An International Journal of ISLAMIC AND SOCIAL SCIENCES

ISLAMICUS

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

Volume: 04, Issue: 03, July–September 2024, Pages: 91-101

Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home

Publisher Website: https://www.mircpk.net

MUSLIM INTELLECTUALS Research Center Multan-Pakistan

ٹیکس کے احکام و قوانین کا جائزہ: اسلامی اور وضعی قوانین کی روشنی میں

AN OVERVIEW OF TAXATION LAWS AND REGULATIONS: IN LIGHT OF ISLAMIC AND POSITIVIST LAWS

Faheem Ahmad[1], Muhammad Saifullah[2], Hafiz M Shoaib Shafiq[3]

[1] PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore, Punjab, Pakistan.
[2] PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore, Punjab, Pakistan.
[3] PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore, Punjab, Pakistan.

HEC "Y" Category
HJRS HEC Journal Recognition System

ARTICLE INFO

Article History:

Received:	June 30, 2024
Revised:	July 25, 2024
Accepted:	July 29, 2024
Available Online:	August 02, 2024

Keywords:

Taxation Systems
Regulations
Positivist Laws
Islamic Taxation
Zakat

Funding:

This research received no specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights: CC BY

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ABSTRACT

*Taxation laws and regulations play a pivotal role in shaping economic and social structures within societies. This abstract explores the comparison between **Islamic** and **positivist** (declaratory) legal frameworks in the context of taxation. Islamic taxation is deeply rooted in ethical and moral principles, with a focus on justice, equity, and the welfare of society. Key concepts such as **Zakat** (obligatory almsgiving) and **Khums** (a form of tax on savings) emphasize the redistribution of wealth, aiming to alleviate poverty and promote social justice. These taxes are considered acts of worship, with a spiritual dimension that encourages social responsibility and ethical conduct.*

*On the other hand, **positivist** laws, which are the foundation of modern state systems, rely on statutory regulations and legal frameworks developed by human authorities. These laws focus primarily on the pragmatic and administrative aspects of taxation, aiming to ensure the efficient functioning of the state, economic stability, and the provision of public services. Unlike Islamic laws, positivist taxation systems do not inherently include religious or spiritual motivations but are guided by secular principles of fairness, efficiency, and economic development.*

This comparison highlights the contrasting objectives and methodologies of Islamic and positivist taxation systems. While Islamic taxation emphasizes spiritual obligations and social equity, positivist systems prioritize state sovereignty and practical governance. Understanding these frameworks helps clarify how each system addresses taxation's role in promoting economic welfare, social justice, and societal well-being, providing insights into how different legal traditions shape fiscal policies.

*Corresponding Author's Email: faheem.mehrvi@gmail.com

تعارف

ٹیکس کے احکام و قوانین اسلامی اور وضعی قوانین کی روشنی میں ایک اہم موضوع ہے جس پر مختلف مکاتبِ فکر کی جانب سے مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ اسلامی شریعت میں زکوٰۃ اور عشر جیسی ضروری مالی ذمہ داریاں موجود ہیں، جو کہ ایک مسلمان پر فرض ہیں اور ان کا مقصد غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا ہوتا ہے۔ تاہم، یہ سوال بھی موجود ہے کہ آیا اسلامی ریاست زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ دیگر ٹیکس بھی عائد کر سکتی ہے؟ اس سوال کے حامی اور مخالف دونوں گروہ اپنے دلائل رکھتے ہیں۔

اسلامی اصولوں کے مطابق حکمرانوں پر فرض ہے کہ وہ ٹیکس عائد کرتے وقت اسلامی اخلاقیات اور معاشرتی عدلیہ کو مد نظر رکھیں۔اس کے علاوہ، جدید اسلامی ریاست میں ٹیکس کے حوالے سے نئے پہلو اور چیلنجز سامنے آتے ہیں، جنہیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دیکھا جا رہا ہے۔

بنیادی سوال تحقیق

- کیا اسلامی ریاست زکوۃ اور عشر کے علاوہ بھی دیگر ٹیکس عائد کر سکتی ہے؟
- اسلامی اور وضعی قوانین کی روشنی میں ٹیکس کے جواز اور عدم جواز پر علما کی آراء میں کیا فرق ہے؟
- جدید اسلامی ریاست میں ٹیکس کے نظام کو کس طرح نافذ کیا جا سکتا ہے تاکہ اسلامی اصولوں اور معاشرتی انصاف کا خیال رکھا جائے؟

مقاصد تحقیق

- اسلامی اور وضعی قوانین کی روشنی میں ٹیکس کے اصولوں کا تفصیل سے جائزہ لینا۔
- زکوۃ اور عشر کے نظام کی اہمیت کو اجاگر کرنا اور اس کے ذریعے ٹیکس کے دیگر اقسام کی ضرورت کا جائزہ لینا۔
- اسلامی اخلاقیات اور معاشرتی انصاف کے مطابق ٹیکس کے نظام کو نافذ کرنے کے ممکنہ طریقوں کا تعین کرنا۔
- ٹیکس کے مخالفین اور حامیوں کے دلائل کا تجزیہ سے ایک توازن کی تلاش کرنا جو اسلامی ریاست میں بہتر ٹیکس نظام کی تشکیل میں معاون ثابت ہو۔
- جدید اسلامی ریاست میں ٹیکس کے نفاذ کے حوالے سے موجود چیلنجز اور ان کے حل کے لیے تجاویز پیش کرنا۔

قرآن حکیم اور ٹیکس

اسلامی ریاست کی اجتماعی فلاحی سکیموں اور منصوبوں کے لئے اسلام کے مالیاتی نظام میں دس، بارہ ذرائع آمدن رائج رہے ہیں۔اسلامی ریاست ان ذرائع کے علاوہ جو ہنگامی ٹیکس عائد کرتی ہے، فقہائے کرام نے ان ٹیکسوں کو ضرائب ونوائب کا نام دیا ہے۔اور ضرائب ونوائب کا ثبوت متعدد آیات قرآنی سے ملتا ہے۔چند آیات ملاحظہ ہوں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ﴾[1]

"اور قرابت داروں اور مسکین اور مسافر کے تم پر جو حق واجب ہیں وہ ادا کرو۔"

﴿ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴾[2]

"اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگ دستوں کا حق ہے۔"

﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ﴾[3]

"اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ کہہ دیجیے جو ضرورت سے زائد ہو۔"

سورۃالبقرہ کی اس آیت کے ضمن میں ڈاکٹر محمد محمود حجازی لکھتے ہیں: ایک عادل مسلمان حکمران ملک کے مالدار مسلمان پر زکوۃ کے علاوہ مالی ذمہ داری عائد کر سکتا ہے۔

امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں اس ضمن میں رقمطراز ہیں: مالدار لوگوں پر محتاجوں کی ضروریات کے لئے خرچ کرنا واجب ہے اگرچہ وہ زکوۃ ادا کر چکے ہوں اگر وہ مالدار ایسا نہ کریں تو ان سے زبردستی لینا واجب ہے۔

امام قرطبی اپنی تفسیر میں سورۃالبقرہ کی آیت 177 کے ضمن میں لکھتے ہیں: مسلمانوں کو مالی ضرورت درپیش ہو تو زکوۃ کے علاوہ بھی ان پر خرچ کرنا واجب ہے۔

ٹیکس اور احادیث و آثار: ٹیکس یا ہنگامی ٹیکسوں کے حوالے سے جن احادیث و آثار سے استدلال کیا جاتا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تیرے مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک تمہارے مالوں میں زکوۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔[4]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

آپ ﷺ نے مختلف اموال کا ذکر فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ ہم میں سے کسی کا ضرورت سے زائد مال میں کچھ حصہ نہیں۔[5]

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے روز بہت سے مالدار غریبوں کی وجہ سے مصیبت میں پڑ جائیں گے۔ یہ غریب لوگ اللہ کے دربار میں فریاد کریں گے: اے ہمارے رب مالدار لوگوں نے ہمارے وہ حقوق ادا نہیں گئے جو ان کے ذمہ تھے۔[6]

اسلامی نظامِ ٹیکس کا تاریخی پس منظر

اسلامی ریاست کے نظام ٹیکس کا پس منظر جاننے کے لیے حسب ذیل ادوار کے نظام ہائے ٹیکس سے متعلق معلومات کا حصول ناگزیر ہے۔

1۔ دور رسالت مآب ﷺ۔

2۔ خلفائے راشدین کا دور۔

3۔ عہد بنو امیہ۔

4۔ عہد بنو عباس۔

1۔ دور رسالت مآب ﷺ کا نظام ٹیکس

نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کے بعد تمام ظالمانہ نظاموں کا خاتمہ کر کے ان کی جگہ اسلام کا عادلانہ اور منصفانہ اقتصادی نظام رائج فرمایا: اور رعایا کے ساتھ ہونے والے ہر قسم کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی جبر کا خاتمہ فرمادیا۔ جب فتوحات اسلامی کا سلسلہ وسیع ہوا اور کثیر تعداد میں مال غنیمت حاصل ہوا تو اسلام کے نظام مالیات اور نظام محاصل کی بنیاد پڑی۔

بیت المال

اسلامی ریاست میں سرکاری خزانہ کو بیت المال کا نام دیا جاتا ہے۔ بیت المال کی بنیاد حضور ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے پڑی۔ مختلف ذرائع سے جو دولت بیت المال میں آتی تھی وہ فوراً مستحقین میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ اس میں جزیہ، خراج، فے، مال غنیمت، زکوۃ، عشر وغیرہ کی آمدنی شامل ہوتی تھی۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

حکومتی آمدنی کی نگہداشت ضروری تھی۔ یہ کام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھا جو مؤذن بھی تھے اور وزیر خزانہ بھی۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن میں زکوۃ، عشر، جزیہ، خراج، فے، مال غنیمت، اوقاف، صدقات نافلہ، قروض حسنہ اور اموال فاضلہ وغیرہ شامل تھے۔[7]

2۔ خلفائے راشدین کے عہد میں نظام ٹیکس

خلفائے راشدین کے دور میں وہی نظام ٹیکس رائج رہا۔ جو حضور ﷺ کے عہد مبارک میں رائج تھا۔

تاہم اسلامی حکومت کی سرحدیں وسیع و عریض ہو چکی تھیں اور اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن کئی گنا بڑھ گئے تھے۔

امام ابو یوسف کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں پہلے سال مال کی تقسیم میں ہر شخص کو سات درہم جب کہ دوسرے سال فی کس بیس درہم حصہ ملا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جب عراق فتح ہوا۔ تو آپ نے مفتوحہ زمین مجاہدین میں تقسیم کرنے کی بجائے بیت المال کی ملیت قرار دے کر سابقہ کاشتکاروں کے پاس رکھ کر ان پر خراج عائد کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجارتی گھوڑوں پر زکوۃ مقرر کی۔ نیز جو تاجر دوسرے ممالک سے آتے ان پر عشور عائد کیا۔ اس کی شرح دار الحرب کے تاجروں کے لیے 10 فیصد، ذمیوں کے لیے 5 فیصد اور مسلمانوں کے لیے اڑھائی فیصد تھی۔ 200 درہم قیمت سے کم مال پر عشور معاف تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں 15 ہجری میں جب بحرین کا خراج 5 لاکھ درہم آیا۔ تو آپ نے بیت المال کی باقاعدہ بنیاد رکھی اور عبد اللہ بن ارقم کو اس کا نگران بنایا۔[8]

3۔ عہد بنو امیہ کا نظام ٹیکس

امویوں میں سے خلیفہ عبد الملک بن مروان نے کچھ مالی اصلاحات کرنے کی کوشش کی۔ عبد الملک بن مروان نے الجزیرہ کے علاقہ کے لوگوں کی آمدنی اور اخراجات کی تفصیلات معلوم کیں اور ان پر ان کی سالانہ بچت کے برابر سالانہ محصول عائد کیا جو کہ چار دینار بنتا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبل کے خلفائے بنو امیہ نے عوام پر بے رحمانہ ٹیکس عائد کئے اور بیت المال کی رقم کو ذاتی اخراجات کے لئے استعمال کیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک فرمان میں ان ناجائز ٹیکسوں کی تفصیل دی ہے۔ اموی دور میں جن علاقوں میں خوارج کو غلبہ حاصل تھا وہ رعایا سے زبردستی زکوۃ و عشر اور دیگر محاصل وصول کر لیتے تھے۔ علماء نے اس وقت یہ فتوی دیا کہ حکومت دوبارہ رعایا سے ٹیکس وصول نہیں کر سکتی، ریاست کو ٹیکس وصول کرنے کا حق تب ہے جب وہ رعیت کی حفاظت کرے۔

4۔عہد بنو عباس کا نظام ٹیکس

132 ہجری میں خلافت بنوامیہ سے بنو عباس کو منتقل ہوئی۔ خلافت عباسیہ میں بھی سابقہ نوعیت کا نظام محاصل رائج رہا۔ حکومت کی آمدنی کا اہم ذریعہ زکوۃ، عشر، خراج، جزیہ وغیرہ تھے۔ ابو جعفر منصور نے کچھ مالی اصلاحات کیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ کے بعد کچھ لوگوں نے سرکاری زمینیں پھر ذاتی ملکیت میں لے لیں۔ تو خلیفہ منصور نے یہ زمینیں دوبارہ سرکاری ملکیت میں دے دیں۔ خلیفہ منصور کے بیٹے المھدی نے نظام خراج میں کئی بنیادی تبدیلیاں کیں۔ اس نے خراج بالمساحۃ کی بجائے خراج بالمقاسمہ رائج کیا اور اس کی نئی شرحیں مقرر کیں۔ مہدی کے بعد ہارون الرشید خلیفہ بنا تو امام ابو یوسف سے محصولات کی شرح کے متعلق رائے طلب کی۔ آپ نے پوری کتاب "کتاب الخراج" لکھی کر پیش کر دی، خلیفہ نے ان تمام سفارشات کو نافذ کر دیا۔

زکوۃ کے علاوہ دیگر ٹیکسوں کے جواز اور عدم جواز کی بحث

ٹیکس کے جواز اور عدم جواز کے متعلق علمائے اسلام اور محققین کے دو گروہ ہیں۔ علما کا ایک گروہ زکوۃ و عشر کے علاوہ اسلامی ریاست کو ضرورت پڑنے پر ٹیکس وصول کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ جب کہ علما کا دوسرا طبقہ زکوۃ و عشر کے علاوہ کسی اور ٹیکس کے جواز کا قائل نہیں اور ٹیکسوں کو خلاف شرع تصور کرتا ہے۔ ذیل میں ہم ان دونوں مکاتب فکر کے علما کی آرا کا مطالعہ و تجزیہ پیش کریں گے۔

ٹیکس کے عدم جواز کے قائل علماء کا نقطہ نظر

بعض محققین اور علمائے کرام زکوۃ و عشر کے علاوہ دیگر محصولات "جو حکومت کی طرف سے عائد کئے جاتے ہیں" کو غیر شرعی تصور کرتے ہیں۔ یہ اپنے موقف کے حق میں مختلف احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے:

[إِذَا أَدَيْتَ زَكوٰةَ مَالِكَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ][9]

"جب تو نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دی تو جو تجھ پر فرض تھا تو نے پورا کر دیا۔"

امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کا ذکر فرمایا: تو ایک شخص نے عرض کیا: " هَلْ عَلَى غَيْرَهَا" کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ" نہیں، سوائے اس کے کہ تو رضاکارانہ طور پر دینا چاہے.

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

[لَيْسَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزكوة]10

"مال میں زکوۃ کے علاوہ کچھ اور فرض نہیں۔"

ٹیکس کے عدم جواز کے قائل اہل علم میں الماوردی شعرانی اور شوکانی وغیرہ ایسے بڑے بڑے صاحب علم شامل ہیں۔ ماوردی متذکرہ صدر حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[لَا يَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي مَالِهِ حَقٌّ سِوَاهَا][11]

"مسلمان کے مال میں زکوۃ کے علاوہ کوئی مالی حق فرض نہیں"۔"

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

[لَيْسَ عَلَيْهِمْ غَيْرَ الزَّكٰوةِ مِنَ الصَّوَائِبِ وَالْمَكْسِ وَنَحْوِهَا][12]

"ان پر زکوۃ کے علاوہ کوئی اور ٹیکس اور اس کی مثل واجب نہیں۔"

ٹیکس کے عدم جواز کے قائلین نے جواز کے استدلالات کی تردید بھی کی ہے۔ مثلاً جواز کے قائل علماء اپنے موقف کے حق میں ایک روایت یہ پیش کرتے ہیں:

[اِنَّ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكٰوةِ][13]

"مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ لیکن قائلین عدم جواز اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے رد کرتے ہیں۔"

علامہ ابو بکر ابن العربی نے احکام القرآن میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

[يُحْتَجَّ بِحَدِيثٍ يُرْوَى عَنْ فَاطِمَةُ بِنَتِ قَيْسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِرَى الزَّكٰوةِ وَهَذَا ضَعِيفٌ لَا يُثَبِّتُ عَنَ الشُّعَبِيُّ وَلَا عَنَ النَّبِيِّ اللهِ وَلَيْسَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكٰوةِ][14]

"اور اس بارے میں حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس حدیث سے دلیل لائی جاتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ نہ شعبی سے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے، اور صحیح یہ ہے کہ مال میں زکوۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں۔"

علامہ علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی (المتوفی ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

[إِنْ تَمَامَ إِسْلَامِكُمْ وَإِنْ تُؤْدُوا زَكَوَةَ أَمْوَالِكُمْ][15]

"تمہارا اسلام کو پورا کرنا یہ ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو۔"

یعنی زکوۃ کی ادائیگی کے بعد ایک مسلمان مالی فریضہ سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ اس پر کوئی مزید مالی فریضہ واجب نہیں رہتا۔

علامہ سرخسی کا موقف ہے:

یہ حکم تو اس زمانہ کے لئے تھا۔ کیونکہ اس وقت مصیبت اور جہاد میں اعانت ہوا کرتی تھی اور ہمارے زمانے میں تو اکثر ٹیکس ظلم سے لئے جاتے ہیں۔ پس جس شخص کے لئے ممکن ہو اپنی ذات سے ظلم کو دور کرے تو وہ اس کے حق میں بہتر ہے۔

علامہ سرخسی نے نہ صرف ٹیکس کو ظلم قرار دیا ہے بلکہ مسلمانوں کو اُبھارا ہے کہ وہ خود بھی ٹیکس ادا نہ کریں، اور جو ظلم کا علانیہ مقابلہ کر سکتے ہوں، انہیں چاہیے کہ ان جانبازوں کا ساتھ دیں اور ان کی مالی مدد کریں، جو ظالم حکمرانوں کا مقابلہ کر رہے ہوں۔

ٹیکس کے جواز کے قائل علما کا موقف

اسلامی ریاست کا مقصود ایک ایسے فلاحی معاشرے کا قیام ہے جس میں تمام افراد کی ضروریات زندگی کی تکمیل ہو سکے۔ ہر فرد کو لباس، خوراک اور رہائش کی سہولیات میسر ہوں، نیز مستحق افراد کی ضروریات کی تکمیل معاشرہ کے مخیر حضرات کی اجتماعی ذمہ داری بھی بنتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر زکوۃ و عشر کی رقم سے معاشرہ کے ضرورت مند افراد کی ضروریات کی تکمیل ممکن نہ ہو تو کیا اسلامی حکومت دیگر ٹیکس عائد کر سکتی ہے؟ علماء کی ایک جماعت اس نوعیت کے ٹیکسوں کو "ضرائب و نوائب" کے ذیل میں لاتے ہوئے جائز قرار دیتی ہے۔ ان کے مطابق ان کا ثبوت درج ذیل نصوص سے ملتا ہے:

﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ﴾[16]

"اور قرابت داروں اور مسکین اور مسافر کے تم پر جو حق واجب ہیں وہ ادا کرو۔"

﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ﴾[17]

"اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگ دستوں کا حق ہے۔"

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾[18]

"اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ کہہ دیجیے جو ضرورت سے زائد ہو۔"

﴿وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآىِٕلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ﴾[19]

"اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں دیا۔"

﴿وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ - لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾[20]

"اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے سوال کرنے والے اور محروم کے لیے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[فِي الْمَالِكَ حَقٌّ سِوَى الزَّكٰوةِ][21]

"تیرے مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

[إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى فَرَضَ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ فِي أَمْوَالِهِمْ بِقَدْرِ مَا يَكْفِي فُقَرَائَهُمْ فَإِن جَاءَ وَعَوَا أَوْ جَهَدُوا فَبِمَنْعِ الْأَغْنِيَاءِ][22]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے اصحاب دولت پر اس قدر مال کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے جو ان کے فقرا اور حاجت مندوں کی حاجت کو کفایت کر سکے، پس اگر لوگ بھوکے، ننگے اور خستہ حال ہیں تو اس کی وجہ یہی ہو گی کہ اصحاب دولت نے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک تھے، ایک آدمی اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو وہ ایسے شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس فاضل توشہ ہو وہ اس آدمی کو دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو۔ آپ ﷺ نے مختلف اموال کا ذکر کیا یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ ہم میں سے کسی کا ضرورت سے زائد مال میں کچھ حصہ نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بہت سے دیگر صحابہ کرام کا یہی نظریہ ہے کہ ہنگامی حالات میں اسلامی ریاست زکوۃ و عشر کے علاوہ دیگر ٹیکس عائد کر سکتی ہے۔ فقہائے کرام میں سے عطا بن ابی رباح، امام شعبی، طاؤس، حماد بن سلمہ، ابن حزم، امام ابو یوسف، امام ابو عبید القاسم بن سلام کا بھی یہی مذہب ہے۔

اگر بیت المال خالی ہو اور خزانہ میں روپیہ نہ ہو یا مصارف کے مقابلہ میں آمدنی کم ہو اور ساتھ ہی ہنگامی حادثے پیش آجائیں۔ تو امام مصلحت عامہ کی خاطر اہل مملکت پر ہنگامی ٹیکس عائد کر سکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے ٹیکس درآمد اور جنگل میں چرنے والے گھوڑوں پر ٹیکس زکوۃ عائد کیا تھا اور آپ نے سمندر کی پیداوار عنبر پر خمس عائد کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگلات اور تالابوں کی مچھلیوں پر ٹیکس عائد کیا۔[23]

جنگ تبوک کے موقع پر جب زکوۃ و عشر عائد کیے جا چکے تھے، ناگہانی طور پر رقم کی ضرورت پڑی، آپ ﷺ نے مسلمانوں سے مزید رقم طلب فرمائی۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر کا نصف سامان او حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر کا تمام اثاثہ پیش کیا۔

فقہاء کے مطابق مشترکہ نہر کھودنے کے لئے یا پہرہ دار کی اجرت و تنخواہ کے لئے یا لشکر راستہ کرنے یا جنگی قیدیوں کو چھڑانے کے لئے یا اس کے سوا دیگر واقعی ضروری امور سے متعلق عائد کیے جانے والے ٹیکس بالاتفاق جائز ہیں۔

علامہ علامہ ابن ہمام کی رائے میں ایسے نئے ٹیکس کی ادائیگی صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہے۔

کیونکہ حاکم ٹیکس عائد کئے جائیں گے۔ امام شاطبیؒ نے مزید ٹیکس عائد کرنے کے مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بیت المال خالی ہے اور فوج کی ضروریات اتنی زیادہ ہیں کہ موجودہ مال اس کے لئے کافی نہیں۔ تو امام کو اس بات کا اختیار حاصل ہے، بشرطیکہ وہ عادل ہو کہ مالدار لوگوں پر اتنے ٹیکس عائد کر دے جن کی آمدنی اس وقت کی ضرورت کے لئے کافی ہو۔

ساتویں صدی ہجری میں اکابر علماء نے جن میں ممتاز شافعی فقیہ عزالدین بن عبدالسلام بھی شامل تھے، یہ فتویٰ دیا کہ اگر بیت المال خالی ہو تو مزید ٹیکس عائد کر کے مال جمع کیا جا سکتا ہے۔

امام قرطبیؒ کا کہنا ہے کہ جب مسلمانوں پر زکوۃ ادا کر چکنے کے بعد کوئی ضرورت آن پڑے تو ان پر مزید مال صرف کرنا واجب ہے۔

امام مالک کی رائے ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ فدیہ ادا کر کے اپنے قیدیوں کو آزاد کرائیں، خواہ ایسا کرنے میں ان کا سارا مال خرچ ہو جائے۔

امام غزالی نے بھی ایک جگہ کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جب لشکر کے پاس مال نہ ہو اور ملک کے عام خزانہ میں بھی اتنا مال نہ ہو جس سے لشکر والوں کی تنخواہوں اور دوسرے مصارف کو پورا کیا جا سکے۔ تو امام کے لئے جائز ہے کہ مالداروں سے لشکر کی ضرورت کے مطابق مال ٹیکس کے ذریعہ وصول کرے۔[24]

ٹیکس کے حامی اور مخالف علما کی آرا کا تقابلی جائزہ:

فقہاء نے "ضرائب ونوائب" یعنی ہنگامی ٹیکسوں کی دو اقسام بیان کی ہیں:

1۔ ایسے ٹیکس جو مصلحت عامہ کی خاطر جائز طور پر عائد کئے جاتے ہیں۔

2۔ وہ ٹیکس جو ظالم حکمرانوں نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے عائد کئے ہوں، اور جن سے مفاد عامہ وابستہ نہ ہو۔

ان ٹیکس میں بعض تو وقتی اور ہنگامی طور پر عائد کئے جاتے ہیں اور بعض دوامی ہوتے ہیں۔ غرض ایسے ٹیکس جو مصلحت عامہ کی خاطر جائز طور پر عائد کئے جائیں انکے متعلق فقہائے کرام کی یہ رائے ہے کہ ان کی ادائیگی ملک کے باشندوں پر فرض ہے۔ لیکن ایسے جدید ٹیکس جن سے عام مفاد وابستہ نہ ہو، کے ادا کرنے میں فقہا کا اختلاف ہے۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

اگر نوائب سے مراد ہمارے زمانے کی طرح کے ٹیکس ہیں تو اس میں فقہا کا اختلاف ہے اور من جملہ ان فقہاء کے جو ان کے جواز کے قائل ہیں ان میں فخر الاسلام علی بزدوی بھی شامل ہیں۔ امام علی بزدوی کی رائے یہ ہے کہ اگر سرکاری مطالبہ موجود ہو تو اس کی کفالت صحیح ہو جاتی ہے، خواہ مطالبہ حق ہو یا باطل۔

ماوردی نے جدید ٹیکسوں کے ضمن میں یہ رائے قائم کی ہے کہ حکمران ٹیکسوں کی وصولی میں رعایا کے ساتھ ظلم نہ کریں۔ اور رعایا جائز اور مفاد عامہ کی خاطر لگائے گئے ٹیکسوں میں حکمرانوں کے ساتھ تعاون کریں، آپ نے نہایت بلیغ جملہ کہا ہے:

(لأن الزيادة ظلم في حقوق الرعية والنقصان ظلم في حقوق بيت المال)[25]

"کیونکہ زیادتی رعایا کے حقوق پر ظلم کرنا ہے اور کمی بیت المال پر ظلم ہے۔"

ہنگامی ٹیکسوں کی ضرورت تین مقاصد کے لئے پیدا ہو سکتی ہے:

1۔ شرقی ٹیکس سے حاصل ہونے والی آمدنی ریاست کے بنیادی فرائض: دفاع، جہاد، تعلیم و تربیت، دعوت اسلام، قیام عدل اور کفالت عامہ کے لئے ناکافی ہو۔

2۔ اسلامی ریاست کو ملک کی تعمیر و ترقی اور اپنے مصارف حکمرانی پورے کرنے کے لئے مزید مال کی ضرورت ہو۔

3۔ معاشرہ کے اندر غیر مساویانہ تقسیم دولت اور عدم توازن کے خاتمہ کرتا ہو۔

اس سلسلہ میں ابن حزم کا موقف ہے کہ ہر ملک کے مالدار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریبوں کی کفالت کریں۔ اگر زکوۃ اور فے کی آمدن ان کے لئے ناکافی ہو تو سلطان ایسا کرنے پر مجبور کرے گا۔

متعدد علماء نے یہ فتوی دیا کہ اگر بیت المال خالی ہو تو مزید ٹیکس عائد کر کے مال جمع کیا جا سکتا ہے۔ اگر بیت المال میں مال موجود ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں۔ علمائے اسلام اس پر متفق ہیں کہ جب مسلمانوں پر زکوۃ ادا کر چکنے کے بعد کوئی ضرورت آن پڑے تو اس کے لئے مزید مال صرف کرنا واجب ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ فدیہ ادا کر کے اپنے قیدیوں کو آزاد کرائیں خواہ ان کا سارا مال خرچ ہو جائے۔

خلاصہ کلام

ٹیکس کی شرعی حیثیت اور زکوۃ کے علاوہ دیگر ٹیکسوں کے جواز و عدم جواز کے حوالے سے علماء کے حامی و مخالف ہر دو گروہوں کے دلائل کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے۔

☆ اسلامی ریاست ضرورت کے تحت زکوۃ و عشر کے علاوہ بھی ٹیکس عائد کر سکتی ہے۔ لیکن اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ضمن میں اسلامی اخلاقیات کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اسلام اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتا کہ حکمران رعایا پر کوئی ناجائز ٹیکس عائد کریں یا ان سے ان کی استطاعت سے زیادہ ادائیگی کا مطالبہ کریں۔ یوں اگر دقتِ نظر سے کام لیں تو ٹیکس کے حامی اور مخالفین کی آرا کو باہم تطبیق دی جاسکتی ہے۔

☆ مخالفین کی رائے اس اعتبار سے باوزن ٹھرتی ہے کہ زکوۃ و عشر کو اگر ان کی صحیح روح کے مطابق نافذ کر دیا جائے۔ تو دیگر ٹیکسوں کی ضرورت بہت ہی کم رہ جائے۔ اور حامیین بھی اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں کہ حکمران ٹیکس کے جواز کو بہانہ بنا کر اپنی عیاشیوں کے لیے عوام الناس کا خون چوسیں۔

جدید اسلامی ریاست میں ٹیکس کے حوالے سے قابل لحاظ چیزیں یہ ہیں:

1۔ کوشش کی جائے کہ زکوۃ و عشر کا نظام اس طرح سے نافذ العمل ہو کہ حکومت کے تمام اخراجات اس سے پورے ہو جائیں اور عوام الناس دیگر ٹیکسوں کی ادائیگی کی شدید معاشی پریشانی سے بچ جائیں۔ اگر کوئی واقعی صورت در پیش ہو تو دیگر ٹیکس عائد کے جائیں لیکن ان کا نفاذ امرا اور صاحب حیثیت لوگوں پر ہو، اور غربا و مساکین کو اس سے مستثنیٰ رکھا جائے۔

2۔ ٹیکس وصولی پر دیانت دار لوگوں کا تعین ہو اور انہیں وصولیوں کے ضمن میں وسیع اختیارات سونپے جائیں، تا کہ جس پر ٹیکس عائد ہو اس سے ادائیگی کو سو فیصد یقینی بنایا جائے۔

3۔ جو اشیا عوام الناس اور غریب لوگ استعمال کرتے ہوں ان پر ٹیکس عائد نہ کیا جائے، اس کے برعکس جو چیزیں امرا استعمال کرتے ہیں ان پر ٹیکس عائد بھی کیا جائے اور اس کی وصولی میں کوئی رعایت بھی نہ برتی جائے۔

REFERENCES

[1] Sūrat al-Rūm 38:30

[2] Sūrat al-Dhāriyāt 19:51

[3] Sūrat al-Baqarah 219:2

[4] Tirmidhī, Imām Muḥammad bin ʿĪsā Tirmidhī (m: 279 AH), Jāmiʿ al-Tirmidhī, Kitāb al-Ḥudūd, Bāb Mā Jāʾa fī al-Satr ʿala al-Muslim, Beirut, Dār al-Fikr, July 2016, J 3, p. 115.

[5] Bukhārī, Imām Muḥammad bin Ismāʿīl Bukhārī (m: 256 AH), Ṣaḥīḥ Bukhārī, Beirut, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 2018, J 1, p. 187, Ḥadīth no. 1395.

[6] Aṣbahānī, Ḥāfiẓ Abū Qāsim Ismāʿīl bin Muḥammad (m: 535 AH), al-Targhīb wa al-Tarhīb, Kitāb al-Ṣadaqāt, Bāb al-Targhīb fī Adāʾ al-Zakāh, Cairo, Dār al-Ḥadīth, 2021, Ḥadīth no. 12, J 1, p. 301.

[7] Dr. Muḥammad Ḥamīdullāh, Dunyā kā Qadīm Tarīn Majmūʿah Ḥadīth, Beacon Books, June 2020, p. 35.

[8] Dr. Muḥammad Ḥamīdullāh, Dunyā kā Qadīm Tarīn Majmūʿah Ḥadīth, Beacon Books, June 2020, p. 38.

[9] Ṭabarānī, Ḥāfiẓ Sulaymān bin Aḥmad (m: 360 AH), al-Muʿjam al-Awsaṭ, Beirut, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, August 2015, Ḥadīth no. 2270, J 1, p. 634.

[10] Muslim, Imām Muslim bin Ḥajjāj Qushayrī Nishāpurī (m: 261 AH), Ṣaḥīḥ Muslim, Beirut, Dār Ibn Ḥazm, November 2014, p. 234.

[11] Al-Māwardī, Abū al-Ḥasan ʿAlī bin Muḥammad bin Ḥabīb, al-Aḥkām al-Sulṭānīyah wa al-Wilāyāt al-Dīnīyah, Kuwait, Jāmiʿah al-Kuwayt, 1409 AH, J 1, p. 145.

[12] Shawkānī, Muḥammad bin ʿAlī, Tuḥfat al-Dhākirīn, Beirut, June 2020, Ṭabʿah Muṣaḥḥaḥah wa Munqaḥah, p. 287.

[13] Shawkānī, Muḥammad bin ʿAlī, Tuḥfat al-Dhākirīn, Beirut, June 2020, Ṭabʿah Muṣaḥḥaḥah wa Munqaḥah, p. 288.

[14] Al-Ḥanafī, ʿAllāmah Abū Bakr Aḥmad bin ʿAlī al-Rāzī al-Jaṣṣāṣ al-Ḥanafī, Aḥkām al-Qurʾān, Islamabad, Sharīʿah Academy, November 2015, p. 121.

[15] Al-Hindī, ʿAllāmah ʿAlāʾ al-Dīn ʿAlī Muttaqī Hindī (m: 975 AH), Kanz al-ʿUmmāl, Beirut, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, December 2009, p. 98.

[16] Sūrat al-Rūm 38:30

[17] Sūrat al-Dhāriyāt 19:51

[18] Sūrat al-Baqarah 219:2

[19] Sūrat al-Baqarah 177:2

[20] Sūrat al-Maʿārij 24–25:70

[21] Bukhārī, Imām Muḥammad bin Ismāʿīl (m: 256 AH), Ṣaḥīḥ Bukhārī, Beirut, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 2018, J 1, p. 200.

[22] Bukhārī, Imām Muḥammad bin Ismāʿīl (m: 256 AH), Ṣaḥīḥ Bukhārī, Beirut, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 2018, J 1, p. 207.

[23] Ibrāhīm Muṣṭafā, al-Muʿjam al-Wasīṭ, Turkey, Dār al-Daʿwah, 1989 AH, J 1, p. 421.

[24] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Ghazālī, Maqāṣid al-Falāsifah, Beirut, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 2021, p. 33.

[25] Al-Marghīnānī, Burhān al-Dīn ʿAlī bin Abī Bakr al-Marghīnānī (m: 593 AH), al-Hidāyah, Lahore, Maktabah Raḥmānīyah, 2020, p. 363.